Fikr-o-Nasar (Islamabad) 34:2 (1996)

تعارف و تبصرہ کتب

نام کتاب	:	اسلام میں عورت کی گواہی آدھی نہیں
نام مصنف	:	سید محمد انور
ناشر	:	وحدت فاونڈیشن پاکستان
طابع	:	ایس ٹی پرنٹرز
قیمت	:	۱۰۰ روپے
تبصرہ نگار	:	طاہر منصوری (☆)

زیر تبصرہ کتاب ہائی کورٹ کے ایک وکیل جناب سید محمد انور صاحب نے لکھی ہے۔ کتاب کی تقریظ سابق رکن اسلامی نظریاتی کونسل جناب ڈاکٹر عبدالمالک عرفانی صاحب نے تحریر کی ہے۔ جناب عرفانی صاحب نے اپنے فاضلانہ مقدمہ کتاب میں اس امید کا اظہار کیا ہے کہ یہ کتاب عورت کی شہادت کے گم گشتہ اعتبار کو بحال کرنے میں اہم کردار ادا کرے گی۔ ان کا خیال ہے کہ ماضی میں اس طرح کی کوشش ابن قیم نے کی تھی جنہوں نے فقہاء مجتہدین اور ائمہ اربعہ سے اختلاف کرتے ہوئے عورت کی شہادت کو ہر لحاظ سے معتبر قرار دیا تھا لیکن ان کے بقول "نقار خانے میں طوطی کی یہ آواز اس قدر نحیف تھی کہ بے اثر رہی"۔

زیر نظر کتاب کا مرکزی خیال یہ دعوی ہے کہ فقہ اسلامی میں عورت کی گواہی پر پایا جانے والا موقف زمانہ تقلید کی پیداوار ہے۔ اس کی بنیاد ایک مخصوص معاشرت تھی جو کہ اب تبدیل ہو چکی ہے۔ دوسرے الفاظ میں عورت کی گواہی ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور یہ ان شرعی احکام میں سے ہے جو زمانے اور واقعات کی تبدیلی سے بدلتے رہتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ عورت کی گواہی کے مسئلہ پر قرون اولی ہی سے صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ کرام میں اختلاف رہا ہے۔

کیا حدود و قصاص میں عورت کی گواہی کے غیر معتبر ہونے سے متعلق فقہاء اسلام کا

☆ لیکچرار شریعہ فیکلٹی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

موقف ایک اجتہادی رائے ہے اور مختلف فیہ ہے یا یہ ایک محکم اور ناقابل تغیر شرعی حکم ہے اور متفق علیہ مسئلہ کی حیثیت رکھتا ہے یہ بہت اہم سوال ہے جو انتہائی سنجیدہ علمی و تحقیقی جواب کا متقاضی ہے۔ یہاں پر مختصراً اس سوال کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔

فقہ اسلامی میں عورت کی گواہی کے بارے میں پانچ مختلف حوالوں سے بحث کی گئی ہے!

۱۔ حد زنا میں گواہی

۲۔ دیگر حدود اور قصاص میں گواہی

۳۔ نکاح و طلاق اور غیر مالی امور میں گواہی

۴۔ مالی امور و معاہدات میں گواہی

۵۔ عورتوں کے مخصوص معاملات میں گواہی

اولاً: حد زنا میں عورت کی گواہی

فقہاء اربعہ اس امر پر متفق ہیں کہ حد زنا میں عورت کی گواہی معتبر نہیں ہو گی۔

فقہ حنبلی کی مشہور کتاب "المغنی" کے مولف ابن قدامہ فرماتے ہیں:

تمام مسلمانوں کا اجماع ہے کہ زنا میں چار سے کم گواہوں کی شہادت معتبر نہیں۔ اس کی بنیاد یہ نص ہے: لولا جاؤا علیہ بأربعة شهداء۔ نبی اکرم ؐ سے مروی ہے کہ آپ ؐ نے فرمایا تھا "چار گواہ لاؤ یا تمہاری پیٹھ پر کوڑے پڑیں گے" ان کا اس امر پر بھی اجماع ہے کہ وہ گواہ عادل ہوں ـــــ اور آزاد مرد ہوں۔ عورتوں اور غلاموں کی گواہی درست نہیں۔ یہی رائے امام مالک، امام شافعی اور اصحاب رائے کی ہے"۔ (۱)

فقہ حنفی کی مشہور کتاب "ہدایہ" میں ہے۔

"گواہی سے مراد یہ ہے کہ چار گواہ ایک مرد اور ایک عورت پر زنا کی گواہی دیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: " فاستشهدوا عليهن أربعة منكم" "یعنی ایسی عورتوں پر اپنوں میں سے چار شخص گواہ طلب کرو" اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: " ثم لم ياتوا بأربعة شهداء " "پھر وہ لوگ چار گواہ نہ لائے" اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مرد سے جس نے اپنی زوجہ پر زنا کی تہمت لگائی تھی یوں فرمایا تھا: "چار مرد لاؤ جو تیرے قول کی سچائی پر گواہی دیں۔ چار مردوں کی شرط لگانے

میں پردہ پوشی کا بھی مقصد پورا ہو جاتا ہے" (۲)

فقہ مالکی کی کتاب "المدونۃ الکبریٰ" میں ہے۔

"اگر چار مومنوں نے ایک آدمی پر زنا کی شہادت دی تو قاضی کو چاہئے کہ ان سے پوچھے کہ اس نے عورت کے ساتھ زنا کیا ہے یا نہیں ----" (۳)

فقہ شافعی کی مشہور کتب المہذب (۴) اور مغنی المحتاج (۵) میں بھی بصراحت چار مردوں کا ذکر آیا ہے۔

ثانیا: دیگر حدود اور قصاص میں گواہی

فقہاء اربعہ اس امر پر بھی متفق ہیں کہ دیگر حدود و قصاص میں بھی عورت کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔ ابن قدامہ نے اس مسئلہ پر امت کا اجماع نقل کیا ہے۔ (۶)

حدود و قصاص میں عورت کی شہادت غیر معتبر ہونے سے متعلق فقہاء کے دلائل یہ ہیں۔

۱۔ سورۃ نساء کی آیت ۶ : "فاستشهدوا عليهن اربعة منكم" (۷)

۲۔ سورۃ نور کی آیات : "ثم لم ياتوا باربعة شهداء" (۸) اور "لولا جاءوا عليه باربعة شهداء" (۹) ان تمام آیات میں صیغہ تذکیر استعمال ہوا ہے' جس کا مطلب یہ ہے کہ "شارع کا مقصود مرد گواہ ہیں۔

مصنف کا یہ دعویٰ کہ سابقہ آیات میں مذکور "شہداء" یا "اربعہ" کے الفاظ میں جو مذکر صیغہ میں آئے ہیں' گواہوں کی جنس کو ثابت نہیں کرتے' ایک بلا دلیل دعوی ہے۔ یہ درست ہے کہ قرآن و سنت کی نصوص میں تذکیر کا صیغہ عام طور پر صیغہ جنس کیلئے استعمال ہوا ہے جنس میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں لیکن یہ قرآن کا کوئی کلی اصول نہیں ہے ۔ قرآن کی نصوص میں بعض جگہ صرف مردوں کو خطاب کیا گیا ہے اور بعض جگہ صرف عورتوں کو ۔ قتال کے احکام یا مردوں کی برتری و "قوامیت" جیسے احکام کے مخاطب صرف مرد ہیں جبکہ حجاب کے احکام میں خطاب عورتوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ بعض نصوص میں دونوں کو الگ الگ خطاب کیا گیا ہے ۔ السارق و السارقة' الزانية والزانی' ان المسلمين و المسلمات ---- اس کی مثالیں ہیں ۔ "اربعة شهداء" اور "منكم" جیسی عبارات میں خطاب مردوں کے ساتھ مخصوص ہے ۔ اس کی سب سے

بڑی دلیل یہ ہے کہ سلف سے اس پر اتفاق چلا آ رہا ہے۔ متقدمین مفسرین نے بصراحت اس سے مرد مراد لئے ہیں اور اس میں عورتوں کی شمولیت کی نفی کی ہے۔ چند تفاسیر کے حوالے ذیل میں پیش کئے جاتے ہیں۔

"الجامع لاحکام القرآن" میں قرطبی " فاستشهدوا عليهن اربعة منكم" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ولابد ان يكون الشهود ذكورا لقوله "منكم" ۔ "گواہوں کو مرد ہونا چاہئے لفظ "منکم" کا اشارہ اسی جانب ہے" (۱۰)

مصنف کتاب نے لکھا ہے کہ "منکم" سے مراد گواہوں کی عدالت ہے۔ قرطبی نے اس بات کو بھی رد کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ عدالت کی شرط الگ سے بیوع اور رجعت میں قرآن نے بیان کی ہے ان کے الفاظ ہیں: لان الله شرط العدالة في البيوع والرجعة" رجعت کیلئے قرآن میں یوں آیا ہے ۔ "واشهدوا ذوى عدل منكم" یہ شرط یہاں بھی یعنی جرم زنا میں بھی معتبر ہوگی"۔ (۱۱)

قرطبی کے علاوہ لاتعداد دیگر مفسرین نے بھی ان آیات کے ضمن میں "مرد گواہوں" کی شرط کا ذکر کیا ہے۔ طبری (۱۲)، رازی (۱۳) ابن العربی، (۱۴) ابی حیان الاندلسی، (۱۵) بیضاوی (۱۶) نسفی اور دیگر کئی مفسرین نے یہی موقف اختیار کیا ہے معاصر مفسرین میں محمد امین بن محمد المختار (۱۷) محمد علی الصابونی (۱۸)، اسماعیل حقی (۱۹) وغیرہ کے ہاں بھی یہی تفسیر ملتی ہے۔ یہاں صرف نمونہ کے طور پر چند تفاسیر نقل کی گئی ہیں ورنہ درجنوں ایسی تفاسیر ہیں جو ہمارے موقف کی تائید کرتی ہیں۔ قدیم و جدید تفاسیر میں کوئی ایسا اشارہ نہیں ملتا کہ قرآن میں مذکور "شہداء" کے مفہوم میں عورتیں بھی شامل ہیں۔

۳۔ قرآن کے علاوہ احادیث و آثار سے بھی عورت کی گواہی کا عدم اعتبار ثابت ہے۔ چند دلائل یہ ہیں:

امام زہریؒ روایت کرتے ہیں: " مضت السنة من رسول الله صلى الله عليه وسلم والخليفتين بعده انه لاتجوز شهادة النساء في الحدود والدماء" (۲۰)

ب۔ سعید بن المسیب حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ "عورت کی گواہی طلاق، نکاح، قصاص اور حدود میں جائز نہیں"۔ (۲۱)

حضرت علیؓ سے بھی اسی مفہوم کی ایک روایت مروی ہے۔

ثالثاً: نکاح و طلاق میں گواہی

جمہور فقہاء کے نزدیک نکاح، طلاق، رجعت، ایلاء، ظہار، نسب، وکالت وغیرہ میں بھی عورت کی گواہی غیر معتبر ہے (۲۲)۔ احناف کے نزدیک ان معاملات میں عورت مرد کے ساتھ ملکر گواہی دے سکتی ہے، علیحدہ نہیں (۲۳)

رجعت کے سلسلہ میں دو مرد گواہوں کی شرط کا ثبوت قرآنی آیت "واشهدوا ذوی عدل منکم" سے ملتا ہے، جبکہ نکاح میں گواہی کا ثبوت حضرت عبداللہ ابن مسعود سے مروی یہ حدیث ہے کہ "لا نکاح الا بولی و شاهدی عدل"۔ (۲۴)

رابعاً: مالی معلات میں گواہی

فقہاء کے نزدیک مالی معاہدات جن میں لین دین، بیع، وقف، اجارہ، ھبہ، صلح، مساقاۃ، و مضاربت، شرکت وغیرہ شامل ہیں، ان میں ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی معتبر ہے۔ اس کی بنیاد سورہ نساء کی آیت "واستشهدوا شهدین من رجالکم فان لم یکونا رجلین فرجل وامراتان"۔ (۲۵) ہے۔ اس سلسلہ میں فقہاء کے درمیان مکمل اتفاق ہے۔

وہ امور جو عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں ان میں صرف عورتوں ہی کی شہادت معتبر ہے۔ اس کے دلائل احادیث و آثار میں کثرت سے ملتے ہیں۔

ابن قیم کا نقطۂ نظر

ابن قیم جن کے حوالہ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ انہوں نے عورت کی شہادت کے اعتبار کو بحال کیا ہے، وہ بھی عملاً نصف شہادت ہی کے قائل ہیں۔ عورتوں کے مخصوص معاملات کے علاوہ دوسرے امور میں وہ عورتوں کی علیحدہ گواہی کے قائل نہیں۔ ابن القیم کے نزدیک دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے۔ چنانچہ وہ حد زنا میں یہ گواہی اسی صورت میں قبول کرتے ہیں جب گواہی دینے والی عورتوں کی تعداد مردوں سے دوگنی

ہو۔ ان کے نزدیک یہ گواہی اسی صورت میں معتبر ہو گی جب گواہ تین مرد اور دو عورتیں ہوں' یا دو مرد اور چار عورتیں ہوں یا ایک مرد اور چھ عورتیں ہوں" (۲۶)

اس گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ فقہاء کے نزدیک عورت کی گواہی حدود و قصاص میں غیر معتبر ہے۔ نکاح و طلاق میں بھی جمہور کا یہی نقطۂ نظر ہے۔ مالی امور میں وہ مردوں کے ساتھ گواہ بن سکتی ہیں۔ اس پر امت کا اجماع ہے۔

بدایہ المجتہد کے مصنف ابن رشد اس مسئلہ پر امت کا اجماع نقل کرتے ہیں:

"تمام مسلمانوں کا اس امر پر اتفاق ہے کہ زنا چار عادل مردوں کی گواہی سے ثابت ہوتا ہے۔ وہ اس پر بھی متفق ہیں کہ زنا کے ماسوا باقی تمام حقوق دو عادل مردوں کی گواہی سے ثابت ہوتے ہیں۔ اس امر پر بھی ان کا اجماع ہے کہ مالی معاملات ایک عادل مرد اور دو عورتوں کی گواہی سے ثابت ہو سکتے ہیں" (۲۷) ابن حجر نے بھی اسی طرح کے اجماع کا ذکر کیا ہے (۲۸)

اس سے مصنف کی یہ بات غلط ثابت ہو جاتی ہے کہ عورت کی گواہی پر کسی بھی دور میں اتفاق نہیں رہا' اور یہ کہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے' اس کی بنیاد ایک مخصوص معاشرت تھی جو اب بدل چکی ہے۔ اور یہ کہ نئے حالات و زمانے میں اس پر نیا اجتہاد ہو سکتا ہے۔

تاہم فقہاء کی ان آراء اور اس مسئلہ پر اجماع امت سے یہ نتیجہ اخذ کرنا کہ اسلام میں عورت کی حیثیت مرد کے مقابلہ میں کمتر ہے' قطعی بے محل اور بلاجواز نتیجہ ہے۔ حدود و قصاص میں عورت کی شہادت کے عدم اعتبار کا مال صرف اس قدر ہے کہ شارع نے اسے اس بار سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ شہادت ' جیسا کہ خود مصنف نے بیان کیا ہے' ایک ذمہ داری ہے' حق یا استحقاق نہیں ۔ اس ذمہ داری سے خود شارع نے اسے اس کے مخصوص حالات اور کیفیات کی بنا پر مستثنیٰ کیا ہے ۔ یہ ایک سہولت ہے' دوسرے الفاظ میں عورت کے ساتھ یہ ایک امتیازی رعایت ہے۔ آخر یہ کون سے اعزاز کی بات ہے کہ عورت عدالتوں کے چکر کاٹتی رہے۔ اور وکیل کی جرح اور اس کے تابڑ توڑ حملوں کو کٹہرے میں کھڑی سہتی رہے۔ زنا جیسے جرم میں گواہوں پر جس طرح کی جرح ہوتی ہے' اور جو تفصیلات و جزئیات ان سے پوچھی جاتی ہیں' ان کے پیش نظر تو یہ حقیقت اور بھی نمایاں ہو کر سامنے آ جاتی ہے کہ حد زنا میں عورت کی شہادت کا عدم اعتبار عورت کے لئے قدرت کا بہت بڑا انعام ہے' کوئی زیادتی و ناانصافی نہیں اگر اس کی

شہادت مرد کی شہادت کی طرح ہی مطلوب ہوتی تو وہ اپنے فطری حیا کی بنا پر بہت بڑی مشکل اور آزمائش میں پڑ جاتی۔

سورۃ بقرہ کی وہ آیت جس کی رو سے مالی معاملات میں ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دے سکتے ہیں، اس کا مال بھی یہ ہے کہ شریعت نے عورت کو یہ سہولت دی ہے کہ گواہی کے وقت وہ اپنے ساتھ ایک دوسری معاون عورت لے جا سکتی ہے۔ یہ سہولت دنیا کے کسی دوسرے نظام قانون میں عورت کو میسر نہیں۔

کتاب میں املائی و طباعتی اغلاط بہت زیادہ ہیں نمونہ کیلئے بعض کی نشاندہی کی جاتی ہے تاکہ مصنف طبع دوم میں ان کی اصلاح فرما سکیں۔ خاص طور پر آیات کریمہ کے اندراج میں خصوصی احتیاط کی ضرورت ہے۔ مثلاً صفحہ ۲۲ پر آیت یوں نقل کی گئی ہے۔ "شهدوا انه لا اله الا هو ....الخ" جبکہ آیت یوں ہے: "شهد الله انه لا اله الا هو ...." صفحہ ۲۳ پر سورہ یوسف کی آیت یوں نقل کی گئی ہے "وشهد شاهد فی اهلها"، جبکہ آیت "وشهد شاهد من اهلها" ہے۔ صفحہ ۲۲ پر سورہ نور کی آیت یوں لکھی گئی ہے: "وليشهد عذابهما طائفة فى المومنين" درست یوں ہے: "وليشهد عذابهما طائفة من المومنين"۔ سورۃ نور کی آیت ۴ میں "باربعة شهداء" کی بجائے "اربعة شهداء" کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔ صفحہ ۳۳ پر آیت میں مذکور لفظ "رآی" کو "راء" لکھا گیا ہے۔ یہی غلطی صفحہ ۳۴ پر دہرائی گئی ہے۔ صفحہ ۴۰ پر آیت "هل يستوى الذين يعلمون و الذين لايعلمون" کو مصنف نے "هل يستوبان الذين يعلمون والذين لايعلمون" لکھا ہے۔ صفحہ ۴۷ پر سورہ نساء کی آیت ۱۳۵ میں "فلاتتبعوا الهوى" کو "تتبعوا الهوى" لکھا گیا ہے صفحہ ۱۰۰ پر آیت "واللذان ياتيانها منكم ..." کو "واللذين ياتينها منكم" نقل کیا گیا ہے۔ صفحہ ۱۳۸ پر "ولاتسئموا ان تكتبوه ...." کو "ولاتسموا" نقل کیا گیا ہے۔ اگلے صفحہ پر "و ادنى الا ترتابو" کو "و اولى ان لاترتابوا" نقل کیا گیا ہے۔ صفحہ ۱۴۲ پر "يعلمكم الله" کو "يعلكم الله" لکھا گیا ہے احادیث بھی کئی مقامات پر غلط نقل کی گئی ہیں۔ صفحات ۳۱، ۶۰، ۶۱، ۱۰۸ پر نقل کی گئی احادیث میں کئی الفاظ اور عبارتیں غلط ہیں۔

علاوہ ازیں دیگر کئی عبارتوں اور الفاظ میں بھی بے شمار املائی اغلاط پائی جاتی ہیں۔ طابع کو تابع، مساہلت کو مساحلت، عبقری کو ابقری لکھ دیا گیا ہے۔ کتابوں کے نام بھی کئی مقامات پر غلط

نقل کئے گئے ہیں۔ "کشاف اصطلاحات الفنون" کو کشف اصطلاحات الفنون" اور "کشاف القناع" کو "کشف القناع" لکھا گیا ہے حوالہ جات کا بھی اہتمام نہیں کیا گیا' جو اس طرح کے ایک اہم موضوع پر لکھی جانے والی کتاب کیلئے از بس ضروری ہے۔

مراجع

۱۔ ابن قدامہ عبداللہ بن احمد المقدسی' المغنی' دارالفکر' بیروت' مسئلہ نمبر۸۳۳۱' جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔

۲۔ ابوالحسن علی بن ابی بکر المرغینانی' الھدایہ' طبع: مکتبہ رحیمیہ دیوبند' ہند' ۱۳۷۸' جلد ۲ ص ۴۸۲۔

۳۔ مالک بن انس' المدونۃ الکبری بروایت سحنون المغربی' طبع: قاہرہ' مصر ۱۳۲۳ھ' ۳۵/۱۶۔

۴۔ شیرازی: ابراہیم بن علی بن یوسف' المهذب فی فقۃ الامام الشافعی' طبع " مصطفیٰ الحلبی و اولادہ' مصر' ۱۳۴۳ھ' جلد ۲ ص ۳۳۴۔

۵۔ خطیب' محمد الشربینی الخطیب' مغنی المحتاج' طبع: المکتبہ التجاریہ الکبری' مصر' جلد ۴ ص ۴۴۱۔

۶۔ ابن قدامہ' المغنی مسئلہ نمبر۸۳۳۳' جلد ۱۰ ص ۱۵۶۔

۷۔ سورہ نساء' آیت نمبر۱۵۔

۸۔ سورہ نور' آیت نمبر

۹۔ سورۃ نور' آیت نمبر

۱۰۔ قرطبی: محمد بن احمد الانصاری' الجامع لاحکام القرآن' موسسۃ مناھج العرفان' بیروت جلد ۳ ص ۸۴۔

۱۱۔ حوالہ مذکورہ۔

۱۲۔ ابن جریر طبری' جامع البیان عن تاویل آی القرآن' طبع: مصطفیٰ البابی الحلبی و اولادہ' مصر' ط۔ ۳' ۱۳۷۳ھ۔ ۱۹۵۴ء' جلد ۴ ص ۲۹۲۔

۱۳۔ رازی: فخرالدین محمد بن عمر رازی' التفسیر الکبیر / مفاتیح الغیب' : دارالکتب العلمیہ' بیروت لبنان' ط۔۱' ۱۴۱۱ھ / ۱۹۹۰م' جلد ۵' جزء ۹ ص ۱۸۷۔

۱۴۔ ابن العربی، ابوبکر محمد بن عبداللہ، احکام القرآن، تحقیق: محمد علی البجاوی، دارالمعرفۃ، بیروت جلد ۱، ص۳۵۶۔

۱۵۔ ابی حیان الاندلسی، البحر المحیط، دار الفکر، بیروت، ط۔ ۳، ۱۴۰۳ھ / ۱۹۸۳م، جلد ۳، ص ۱۹۵۔

۱۶۔ کتاب مجموعۃ من التفاسیر، (بیضاوی، نسفی، خازن) داراحیاء التراث العربی، بیروت جلد ۲ ص ۳۲، ۳۳

۱۷۔ محمد امین بن محمد المختار الشنقیطی، اضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن، المطابع الاھلیۃ للافست، ریاض، ۱۴۰۳ھ / ۱۹۹۳ء، جلد ۶ ص ۱۳۔

۱۸۔ محمد علی الصابونی، صفوۃ التفاسیر، دار القرآن الکریم، بیروت، لبنان، ط ۴۰، ۱۴۰۲ھ / ۱۹۸۱ء، جلد۱ ص ۲۶۵

۱۹۔ اسماعیل حقی، تفسیر روح البیان، دار احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۵ھ / ۱۹۸۵ء، جلد ۲ ص ۱۷۶۔

۲۰۔ المصنف لعبد الرزاق، المکتب الاسلامی بیروت، ۱۳۹۰ھ / ۱۹۱۰ء، ط۔۱، کتاب الحدود، باب فی شھادۃ النساء فی الحدود، جلد ۸ ص ۳۳۰۔

۲۱۔ مصنف لابن شیبہ، کتاب الحدود، باب فی شھادۃ النساء فی الحدود، جلد ۱۰ ص ۵۸۔

۲۲۔ ابن قدامہ، المغنی، مسئلہ نمبر ۸۳۳۳، جلد ۱۰، ص ۱۵۶۔

۲۳۔ کاسانی، علاء الدین، بدائع الصنائع، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، جلد ۶ ص ۲۷۹۔

۲۴۔ البیھقی، السنن الکبری، طبع: دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد دکن، جلد ۷، ص ۱۲۵۔

۲۵۔ سورۃ البقرہ۔ آیت ۲۸۲۔

۲۶۔ ابن القیم، اعلام الموقعین، تحقیق و ضبط: عبدالرحمن الوکیل، دارالکتب الحدیثۃ بعابدین، مطبعۃ المدنی، قاہرہ، ۱۳۸۹ھ / ۱۹۶۹ء، جلد ۱، ص ۱۰۰، نیز دیکھئے: الطرق الحکمیۃ، مطبعتہ السنۃ المحمدیۃ، قاہرہ، ۱۳۷۲ھ / ۱۹۵۳ء۔

۲۷۔ ابن رشد، بدایۃ المجتھد، مکتبہ علمیہ لاہور، طبع دوم، ۱۹۸۴ء، جلد ۲ ص ۳۳۸۔

۲۸۔ ابن حجر، فتح الباری، تحقیق: محمد فواد عبدالباقی، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ط۔ ۱، ۱۴۰۱ھ / ۱۹۸۹ء، جلد ۵، ص ۳۳۴۔

نام　:　مسئلہ کشمیر کے امکانی حل

مولف　:　ارشاد محمود

ناشر　:　انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز ' اسلام آباد

صفحات　:　۱۴۰

قیمت　:　درج نہیں

تبصرہ نگار　:　سید مزمل حسین شاہ (☆)

برصغیر کی دو آزاد ریاستوں میں تقسیم کے فوراً بعد دونوں کے مابین اختلافات کے ایک ایسے سلسلے نے جنم لیا' جواب تک تین جنگوں کا سبب بن چکا ہے۔ ان اختلافات میں سب سے اہم مسئلہ کشمیر ہے۔ اس مسئلے کے بارے میں مختلف محققین اپنے اپنے انداز میں اظہار خیال کرتے رہے ہیں۔ اور اس کے سلجھانے کیلئے مقدور بھر تجاویز پیش کرتے رہتے ہیں۔ نوجوان قلمکار ارشاد محمود مختلف اخبارات میں کئی سالوں سے اس موضوع پر لکھ رہے ہیں۔ مسئلہ کشمیر کے حوالے سے پاکستان اور بھارت کے درمیان ہونے والے مذاکرات پر ان کی ایک کتاب طبع ہو چکی ہے۔

"مسئلہ کشمیر کے امکانی حل" کے نام سے ان کی تازہ ترین کتاب بعض دانش وروں کے خیالات کا مرقع ہے۔ جن میں امان اللہ خان ' ڈاکٹر ایس ایم قریشی' شیخ تجمل الاسلام اور پروفیسر نذیر احمد شال کے افکار شامل ہیں۔ علاوہ ازیں ضمیمہ جات میں انہوں نے مختلف دستاویزات بھی شامل کی ہیں۔ جن میں معاہدہ امرتسر' قرار داد الحاق پاکستان' اقوام متحدہ کی قرار دادیں' اعلان تاشقند' شملہ معاہدہ اور کشمیر کے بھارت سے متنازعہ الحاق کے بارے میں ایسٹر لیمب کی تحقیق شامل ہیں۔

ارشاد محمود نے "مسئلہ کشمیر: منظر و پس منظر" سے کتاب کا آغاز کیا ہے۔ اس میں انہوں نے مسئلہ کشمیر پر اس کے تاریخی' مذہبی اور تہذیبی تناظر میں نظر ڈالی ہے۔ اس ضمن میں

☆　پی آر او' بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی' اسلام آباد

اقوام متحدہ کے کردار کو بھی زیر بحث لایا ہے اور ترتیب وار ان واقعات کا ذکر کیا ہے' جو اقوام متحدہ میں مسئلہ کشمیر کے لے جائے جانے کے بعد رونما ہوتے رہے مصنف نے موجودہ تحریک آزادی کو جس کا آغاز ۱۹۸۸ء میں ہوا برسہا برس سے جاری تحریک آزادی کا ایک تسلسل قرار دیا ہے۔ ۱۹۸۸ء کے بعد سے اب تک بھارتی مسلح افواج نے مقبوضہ کشمیر میں جو انسانیت سوز مظالم کیئے ہیں اور جن قوانین کا سہارا لیا ہے' ان کا ذکر بھی انہوں نے تفصیل سے کیا ہے۔ اس باب میں انہوں نے ۶۲ مستند مصادر کے حوالے دیئے ہیں۔

"تقسیم کشمیر۔ ایک جائزہ" کے عنوان سے انہوں نے پروفیسر نذیر احمد شال کا ایک مضمون "مسئلہ کشمیر کے امکانی حل" کے باب کے آغاز میں دیا ہے۔اس میں انہوں نے تقسیم کشمیر کو مسئلے کے ایک حل کے طور پر قبول کرتے ہوئے کہا ہے: "اگر تقسیم کشمیر کا مدعا اس قصے کا حقیقت پسندانہ اور منصفانہ حل ڈھونڈ نکالنا ہے' جو ہر حال میں کشمیریوں کے جذبات و مفادات کے علاوہ پاکستان کی اقتصادی' نظریاتی اور علاقائی سلامتی کے مفاد میں ہو تو اس طرح کی تجاویز پر ٹھنڈے دل و دماغ سے غور کیا جا سکتا ہے۔ تاہم ایسی تجاویز کا براہ راست یا بلا واسطہ (شاید بالواسطہ کہنا چاہتے ہوں) کشمیر کے اکثریتی طبقے کے نظریات اور مفادات سے کوئی تصادم نہیں ہونا چاہیئے۔ (ص ۔ ۴۹)

"مسئلہ کشمیر اور ٹرسٹی شپ" ڈاکٹر ایس ایم قریشی کا تحریر کردہ مضمون ہے' اس میں انہوں نے کشمیر کو کچھ عرصے کیلئے اقوام متحدہ کی تحویل میں دینے کی ڈاکٹر محبوب الحق اور امان اللہ خان کی تجاویز کا محاکمہ کیا ہے۔ انہوں نے ٹرسٹی شپ کے نظام کے مختلف مظاہر کا جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس سے کشمیریوں کو فائدہ نہیں' بلکہ الٹا نقصان ہوگا۔ اور کشمیری پاکستان اور بھارت دونوں میں اجنبی بن کر رہ جائیں گے اور ان سے غیرملکیوں جیسا سلوک کیا جائے گا (دیکھیئے صفحہ ۶۶)

"خود مختار کشمیر کے نظریے کو اگر صرف ایک جملے میں سمجھنے کی کوشش کی جائے تو میں کہوں گا کہ ہم بکھری ہوئی پوری ریاست جموں و کشمیر کو متحد اور یک جان کر کے ایک آزاد اور خود مختار ملک کے قیام کیلئے مصروف عمل ہیں" اس سے امان اللہ خان کے مضمون: خود مختار کشمیر کا مقدمہ" کا آغاز ہوتا ہے۔ ان کا کہنا ہے: "ہم اس بات کو تسلیم کرنے کیلئے تیار نہیں ہیں کہ

استصواب رائے کیلئے کشمیریوں کے سامنے صرف دو ہی آپشن رکھے جائیں۔ یعنی پاکستان یا پھر بھارت سے الحاق ۔ اس کے برعکس ہمارا موقف یہ ہے کہ ریاست کے عوام کے سامنے ایک تیسرا آپشن آزاد اور خود مختار کشمیر کا بھی رکھا جائے"۔ (صفحہ ٦٧) امان اللہ خان نے اپنے موقف کی مزید وضاحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ تاریخ کے بیشتر ادوار میں کشمیر ایک آزاد اور خود مختار ملک رہا ہے۔ انہوں نے قائداعظم محمد علی جناحؒ کے اس بیان کا بھی حوالہ دیا ہے' جو ۱۸ جون ۱۹۴۷ء کے پاکستان ٹائمز میں شائع ہوا تھا اور جس میں انہوں نے ریاستوں کا یہ حق تسلیم کیا تھا کہ وہ اگر آزاد رہنا چاہیں تو انہیں کوئی رکاوٹ نہیں ہو گی اور پاکستان ان ریاستوں کے ساتھ برابری کی بنیاد پر تقسیم کے معاہدے کرنے کیلئے تیار ہوگا۔ امان اللہ خان نے کشمیریوں کے حق کو الحاق پاکستان اور الحاق بھارت تک محدود کرنے والی اقوام متحدہ کی قرار دادوں کو بھی ہدف تنقید بنایا ہے (صفحات ۷۲' ۷۳)

اگلا مضمون امان اللہ خان کے موقف کے بالکل برعکس ہے۔ اس میں شیخ تجمل الاسلام نے خود مختار کشمیر کے تصور کو تفصیلی دلائل کے ساتھ رد کیا ہے۔ اپنے مضمون میں انہوں نے اس تصور کو کشمیریوں کیلئے نقصان دہ قرار دیا ہے۔ ان کا کہنا ہے: "سچ تو یہ ہے کہ خود مختار کشمیر' استعمار کی طاقتوں کے مقاصد پورے کرے گا اور یہ اسلامی مقاصد کے حصول کی راہ میں ایک رکاوٹ بنے گا"۔ (صفحہ ۸۹) .

"تھرڈ آپشن ۔ علاقائی اور جغرافیائی تناظر میں" ارشاد محمود کا ہی مضمون ہے' اس میں حالات و واقعات کا تفصیلی جائزہ لینے کے بعد انہوں نے یہ رائے قائم کی ہے کہ اس بات کا کوئی امکان نظر نہیں آتا کہ ریاست ایک اکائی کے طور پر کبھی خود مختاری حاصل کر سکے گی۔ ان کا کہنا ہے کہ علاقائی' جغرافیائی اور عالمی حالات خود مختار ریاست کے لیئے سازگار نہیں ہیں۔ (صفحہ ۱۰۴)

اس باب میں بھی ارشاد محمود نے ۳۴ مصادر و مواخذ کا حوالہ دیا ہے۔

ضمیمہ جات کے ضمن میں انہوں نے معاہدہ امرتسر سے لیکر اب تک ہونے والے مختلف معاہدات کے متون دیئے ہیں اقوام متحد کی کئی قراردادوں کو بھی اس میں جگہ دی گئی ہے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ۱۰ حوالہ جات کا ذکر کیا ہے۔

ارشاد محمود کی یہ کاوش اس لحاظ سے قابل قدر ہے کہ اس میں مسئلہ کشمیر کے جو حل

اب تک زیر غور ہیں، ان سب کو جگہ دی گئی ہے اور معلومات کے متمنی کو آسانی سے اصل مصادر تک رہنمائی مل جاتی ہے۔

یہ کتاب ۱۴۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا سرورق خوبصورت ہے۔ اسے انسٹی ٹیوٹ آف پالیسی اسٹڈیز اسلام آباد نے شائع کیا ہے۔ یہ ادارہ اب تک کشمیر کے موضوع پر ۱۳ کتب اور تحقیقی مقالے شائع کر چکا ہے۔